مخدوم ابراہیم خلیل نقشبندی

نام محمد ابراہیم۔ تخلص مسکین اور خلیل۔ نسباً صدیقی، مذہباً حنفی، طریقاً نقشبندی۔ والد ماجد کا نام مخدوم عبدالکریم تھا جن کا سلسلۂ نسب حضرت مخدوم کرم اللہ قدس سرہٗ سے ملتا ہے۔ ترتیب یہ ہے۔

مخدوم عبدالکریم بن مخدوم غلام حیدر بن مخدوم عبدالکریم بن مخدوم محمد زمان بن مخدوم عنایت اللہ بن مخدوم محمد امین بن محمد مخدوم کرم اللہ۔[۵۰]

اس شجرۂ نسب سے ظاہر ہے کہ مخدوم محمد ابراہیم خلیل بزرگان نقشبندیہ[۵۲] کے علمائے اسلام کی جلیل القدر اولاد میں سے تھے۔ ماہ جمادی الاوّل ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔

سال میلادِ منیفش بسر الہام گفت دل ؎ گوہر درج شرف علم لدن" ۱۲۴۳ھ

آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم قرأت کے ساتھ ختم کیا۔ اپنے پدر بزرگوار مخدوم عبدالکریم اور دادا مخدوم غلام حیدر سے عربی، فارسی اور فقہ و بیان وغیرہ میں بنیادی کتابیں پڑھیں جن میں گلستان سعدی، بوستان سعدی، مجموعہ صرف و نحو، کافیہ، کنز الدقائق، توضیح اور مطوّل شامل ہیں۔ علوم ریاضی و منطق سے بھی واقف تھے۔

مخدوم ابراہیم خلیل ٹھٹوی کی تالیفات میں سب سے اہم تالیف "تکملہ مقالات الشعرا" ہے۔ میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے "مقالات الشعرا"[۵۳] لکھی تھی۔ خلیل نے دیگر شعرا کا تذکرہ "تکملہ مقالات الشعرا" لکھا۔ تکملہ مقالات الشعرا میں ۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰ء) سے لے کر ۱۲۰۶ھ (۱۸۸۸ء) تک کے فارسی کے سندھی شعرا کا مفصل ذکر ہے۔ اس طرح دو عہد کے ایک سو اٹھائیس سال کے سندھ میں فارسی شعر و ادب کی تاریخ

---

۵۱ تکملہ مقالات الشعرا۔ ص ۱۶۷۔ (فارسی)

۵۲ مخدوم خلیل نے تکملہ مقالات الشعرا (ص ۱۶۷ تا ۲۱۰) میں اپنے بزرگوں کے علم و فضل اور عظمت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۵۳ تذکرہ مقالات الشعرا سندھ کے فارسی شعرا کا پہلا مفصل تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ پیر حسام الدین راشدی کے مقدمہ و حواشی کے ساتھ سندھ ادبی بورڈ کے اہتمام میں ۱۹۵۷ میں منظر عام پر آچکا ہے۔

محفوظ ہوگئی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے[۵۴] تکملہ مقالات الشعرا ۱۹۵۸ء میں پیر حسام الدین راشدی کے تصحیح و حواشی کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

مخدوم ابراہیم نقشبندی ٹھٹھوی نے ۷۴ سال کی عمر میں ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں انتقال کیا۔ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کے قبرستان واقع ٹھٹھہ میں مدفون ہیں۔ متعدد شعرائے سندھ نے تاریخِ وفات کہیں۔ مولانا عبدالکریم دوشؔ (کراچی) کی بیاض میں چند تاریخیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

ادیبِ کامل یکتائے دوران — فروغ بزم اربابِ فضائل
خلیل نقشبند لوح دلہا — ازو فضیان حق میگشت حاصل
بحق پیوست آں حق گوے حق جوئے — بروز آورد کو میداشت در دل
فلک سال وصالش گفت اے دوشؔ — بگو "بستان جنت کرد منزل"[۵۵]

ابراہیم خلیل اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین تھے۔ فارسی نظم و نثر کے ادیب و شاعر کی حیثیت سے بھی ان کا مرتبہ بلند تھا۔ میاں محمد زاہد بن میاں عبدالواسع شاکرانی سے مشورۂ سخن کیا۔ اپنے استاد موصوف کے حسبِ ہدایت اپنے نام کی مناسبت سے اپنا تخلص خلیل رکھا۔ ان کے دوسرے شعری مجموعے کا نام "دیوانِ خلیل" ہے۔ مکاتیب کا مجموعہ مرتب کیا، جو "انشائے مائدۂ خلیل" کے نام سے موسوم ہے۔

خلیل سے پہلے مسکینؔ تخلص کرتے تھے۔ ان کے پہلے مجموعۂ کلام کا نام "دیوانِ مسکین" اور ایک مرقع خطوط کا نام "کشکولِ مسکین" ہے۔

خلیل نے اپنے خود نوشت سوانح (تکملہ ص ۲۱۳) میں یہ دلچسپ انکشاف کیا ہے کہ اگر وہ سندھی زبان میں کچھ کہتے تو اپنا تخلص اداسی رکھتے۔ سندھی میں اداسی فقرا کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ ان کے اس خیال سے دو باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ انھوں نے سندھی میں شاعری نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ وہ حقیقی معنوں میں درویش منش شاعر تھے۔

سندھ کے مشہور استادِ سخن غلام محمد شاہ گدا خلیل کے ہم عصر تھے۔ خلیل، گدا سے دس سال بڑے تھے

---

[۵۴] تاریخ سندھ۔ جلد ششم از غلام رسول مہر۔ ص ۳۰۔

[۵۵] حاشیہ تکملہ۔ مقالات الشعراء۔ ص ۲۵۰۔

گدا بڑے مجلسی آدمی تھے۔ ان کے ہاں ادب و شعر کی بڑی محفلیں جمتی تھیں۔ سندھ کے بڑے بڑے شعرا و ادبا ان کے جلیس و ہم نشین تھے جن میں لطف اللہ لطف حیدر آبادی، محمد قاسم ہالائی، سید غلام مرتضیٰ صاحب مرتضائی اور محمد ہاشم تخلص وغیرہ شامل تھے۔

خلیل بھی شاہ گدا کی شخصیت اور شاعری سے بہت متاثر تھے۔ گدا سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔ انہی کی صحبتوں میں خلیل کو اساتذۂ اردو مثلاً ناسخ، آباد، آتش اور میر کے دواوین کے مطالعہ کا موقع ملا جن سے متاثر ہو کر اردو میں شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا اور چند غزلیں کہیں۔

اپنے خود نوشت حالات میں رقم طراز ہیں:

زبان ہندی را فقیر نداند مگر از سبب اثر صحبت سید غلام محمد گدا تخلص کہ چار پنج روز تر بلدہ[56] بودہ و ذکرش در باب الکاف بیاید و دیوان ناسخ، آباد و آتش را دیدہ شدہ، ازان این قدر اثری شدہ کہ چند غزل گفتہ شد[57]

خلیل کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ سندھ کے مختلف شہروں خصوصاً حیدر آباد اور ٹھٹھہ میں فارسی کے علاوہ اردو شاعری کا کافی چرچا تھا۔ دہلی اور لکھنؤ کے مشہور شعرا و اساتذہ کے دواوین پڑھے جاتے تھے اور یہ کہ اس زمانے میں سندھ کا شمالی ہند اور پنجاب سے ادبی رابطہ قائم ہو چکا تھا۔

راقم کو خلیل کا اردو کلام حاصل نہ ہو سکا۔ ان کا اردو کلام تلف ہو چکا ہے۔ پیر حسام الدین راشدی کے گراں قدر مقالے بعنوان "سندھ کے اردو شعرا"[58] میں مخدوم ابراہیم خلیل ٹھٹھوی کا مختصر سا تذکرہ ملتا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی اردو شعر درج نہیں ہے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ بقول راشدی صاحب مخدوم ابراہیم کے کلام کا کوئی نمونہ نہیں ملا۔[59]

البتہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اپنی قابل قدر کتاب "سندھ میں اُردو شاعری" میں خلیل اور گدا کے دوستانہ مراسم سے متعلق ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے اور خلیل کا ایک اردو شعر نقل کیا ہے۔

سید غلام محمد شاہ گدا شہر ٹھٹھہ میں سید کریم بخش عزیز کے یہاں ٹھہرتے تھے۔ ابراہیم خلیل بھی اُن کے

---

٥٦ گدا کی قیام گاہ ٹھٹھہ مراد ہے

٥٧ تکملہ، ص ۲۱۳

٥٨ مطبوعہ سہ ماہی "اردو" کراچی۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء، ص ۲۰۔

٥٩ ایضاً

یہاں آیا کرتے اور وہ بھی بلاناغہ روزانہ ایک دو مرتبہ ان کے یہاں تشریف لاتے تھے۔ ایک دن وہ نہ آسکے تو خلیل نے یہ رباعی لکھ کر خدمت میں بھجوائی :

بدین قدر از چہ آیا رمیدہ ای از من
بحیرتم کہ چساں آرمیدہ ای از من
منم مدام شب و روز آرزو مندم
تو از چہ دامنِ دل را کشیدہ ای از من

گدا کو جیسے ہی رقعہ ملا چل پڑے اور کافی فاصلہ طے کرتے ہوئے خلیل کے یہاں پہنچے اور فرمایا :

خلیل سے جو گدا لحظہ رمیدہ ہو — تو پھر زمانے میں کس طرح آرمیدہ ہو

عصر کو دوبارہ تشریف لائے تو خلیل نے کہا :

کہاں ہے لحظہ دو شب ایک دن جدائی تھی — مجھے یہ صبح بھی اک شام بینوائی تھی [۱۰]

اس ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیل اردو میں بہت صاف اور عمدہ شعر کہتے تھے۔

---

[۱۰] سندھ میں اردو شاعری۔ ص ۱۸۰ - ۱۸۱

ارمغانِ شاہ ولی اللہؒ : از پروفیسر محمد سرور

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت مصنف تھے۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ تمام عنوانات پر کتابیں لکھیں اور احکامِ شریعت کی حکم و مصالح کی روشنی میں وضاحت کی۔ "ارمغان شاہ ولی اللہ" ان کے افکار و تعلیمات کا بہترین مجموعہ اور ان کی عربی و فارسی کتابوں کا ایک عمدہ انتخاب ہے جو اردو کے قالب میں ڈھال کر قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شاہ صاحب اور ان کے بزرگوں اور مشائخ کے سوانح حیات بھی دیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۲۰ — قیمت :- ۱۹/- روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ لاہور